العصر اسلامک ریسرچ جرنل

AL-ASR Islamic Research Journal

Publisher: Al-Asr Research Centre, Punjab Pakistan
E-ISSN 2708-2566 P-ISSN2708-8786
Vol.02, Issue 03 (July-September) 2022
https://alasr.com.pk/ojs3308/index.php/alasar/index
HEC Category "Y"

Title Detail

Urdu/Arabic: ثقافت کی تعریف اور اہلِ عرب میں اس کے استعمال کا تجزیاتی مطالعہ

English: An analytical study of the definition of "Thaqafa" and its use among Arabs

Author Detail

1. Inayat ur Rahman
Ph.d scholar Department of Islamic Thought and Civilization
School of Social Sciences and Humanities (SSH) UMT
Email: inayatbary@gmail.com

2. Dr. Humaira Ahmad
Associate Professor, Department of Islamic Thought and Civilization
School of Social Sciences and Humanities (SSH) UMT
Email: humaira.ahmad@umt.edu.pk

3. Shamsher Ali
Ph.d Scholar Islamic Studies
Qurtuba University of Science and Information Technology Peshawar
Email: shahidkalami1@gmail.com

Citation:

Inayat ur Rahman, Dr. Humaira Ahmad, and Shamsher Ali. 2022. " ثقافت کی تعریف اور اہلِ عرب میں اس کے استعمال کا تجزیاتی مطالعہ: An Analytical Study of the Definition of 'Thaqafa' and Its Use Among Arabs". AL-ASAR Islamic Research Journal 2 (3). https://alasr.com.pk/ojs3308/index.php/alasar/article/view/63.

Copyright Notice:
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 3.0 License.

ثقافت کی تعریف اور اہل عرب میں اس کے استعمال کا تجزیاتی مطالعہ

An analytical study of the definition of "Thaqafa" and its use among Arabs

Inayat ur Rahman
Ph.d scholar Department of Islamic Thought and Civilization
School of Social Sciences and Humanities (SSH)
University of Management and Technology
Email: inayatbary@gmail.com

Dr. Humaira Ahmad
Associate Professor
Department of Islamic Thought and Civilization
School of Social Sciences and Humanities (SSH)
University of Management and Technology
Email: humaira.ahmad@umt.edu.pk

Shamsher Ali
Ph.d Scholar Islamic Studies
Qurtuba University of Science and Information Technology Peshawar
Email: shahidkalami1@gmail.com

ABSTRACT

Civilization encapsulating cultural portrays the sum of its traditions, values, languages and urban population and ratio of literate persons. Civilization according to Muslim point of view began with the beginning of revelation from Allah to his chosen peoples. The tradition and chain of Prophets and Messengers appointed by Allah to guide peoples denotes the formation of a better world based on divine principles and values. Islamic Civilization clearly differs from other worldly civilizations in terms of its foundations based on divine revelations. Also the coming of Prophet Muhammad Peace be upon him as the last Prophet on earth designated the completion of Allah's message on earth. The Personality of Prophet peace be upon him was being presented as the guiding personality and one can find the guidance from his life. The society of Medina was not the depiction of Civilization in its epitome rather it indicate the principles on which Muslims can form a civilization with diverse cultures and traditions. This article ventures into0 the usage of Thaqafa in Arabic and how it depicted and showed the then Arab culture.

Keywords: Tahqafa, Arab Society, Arts, Civilziation, Revelation

تہذیب ،عمومیت کے ساتھ انسانی دنیابالخصوص معاشرہ سے بحث کرتاہے۔ثقافت اس کے اجزا اوراقدار ہیں۔جب سے انسان نے معاشرے کو ترتیب دیااورراہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے وحی کا سلسلہ شروع کر دیا۔یہیں سے تہذیبی معاشرے کا آغاز ہو گیا۔اور ثقافتی اقدار کی روایت چل پڑی۔گویااللہ،انسان اور دنیا کے تثلیث سے دنیا آباد ہے اور ساتھ ہی خدا،انسان اور کائنات کے اس مجموعے سے اسلامی تہذیب کی بنیاد بھی بن گئی۔تمام انبیائے کرام کا تسلسل اسی لیے تھا کہ بہتر سے بہتر انسانی دنیاکی تشکیل ہو۔یعنی اسلامی تہذیب کی تمہیداوراجمال یہ ہے کہ وحی کی تطبیقیت ہو۔اوراس کی تفصیل و کمال یہ ہے کہ اس کے لیے انبیائے کرام کی مبعوثیت ہے۔آخری نبی حضرت محمد ﷺ کا تکمیلی چناو بھی اسی لیے تھا کہ وہ بطور نمونہ لوگوں کے سامنے موجود ہوں اورایک تہذیبی معاشرہ وجود میں آجائے۔تہذیبی معاشرے کے لیے عرب کا خطہ اہم تھاجس میں حضرت محمد ﷺ زندگی گزاررہے تھے۔یہ معاشرہ کسی دور میں تہذیب سے اشنا بھی رہی تھی مگر بعدیہ معاشرہ حد درجہ بگڑا۔جوں جوں وقت گزرتا گیا،لوگوں کی تعدادبڑھتی گئی۔چند گھرانوں سے گاوں بنا پھر شہر آباد ہوا۔شہر سے ملک اور ملک سے مختلف ممالک بنے۔جس طرح ہر شہر کا جغرافیائی خدوخال دوسرے سے مختلف تھی،اسی طرح ان کے اقدار بھی ایک دوسرے سے مختلف تھے۔

انسانی معاشرے میں عرب معاشرے کا باربار ذکر ہوتاہے۔عرب دیگر معاشرے کی نسبت تمدنی لحاظ سے کبھی پست رہی تو کبھی بہتر رہی۔اس کے باشندوں کے پاس زندگی گزرنے کے تجربات موجود تھے۔ ہنر وفن،علوم وادب پر ان کی کمال دسترس تھی۔وحی کی نزول کے بعد عرب کے اردگرد ممالک بھی عرب سے متاثر ہوتے گئے۔ ادب میں نکات بعدالوقوع کی اصطلاح بھی استعمال ہوتی ہے کہ وصف پہلے سے موجوہو اور صفت کا نام بعد میں رکھاجائے۔عرب معاشرے کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ بعد کے ادوار میں علوم واصطلاحات کی ترقی ہوئی۔انہی اصطلاحات میں سے ایک ثقافت کی اصطلاح ہے۔ثقافت عربوں میں موجود تھی لیکن اس وصف کانام بعد میں رکھاگیا۔

انسان تمدنی زندگی کامحتاج ہے ۔اس کی زندگی کا دارومدار گروہی حیات پر منحصر ہوتا ہے۔کوئی انسان معاشرے کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتا۔معاشرے کے اندر ایسے اسباب جن کی وجہ سے افراد اور قومیں فطرت سے فوائد حاصل کرنے کے لیے اس پر قابوپاسکتی ہیں،وہ راز معاشرتی ارتقاہے،جوکہ اصل میں ثقافت ہے۔معاشرتی ارتقا کو قائم رکھنے کے لیے ایک لازمی ہنر کی ضرورت ہوتی ہے۔درستگی کے اس ہنر کو ثقافت کہا جاتا ہے۔تمدنی

معاشرے میں ثقافت کو فوقیت دی جاتی ہے۔ثقافتی مظاہر میں انسانی اقدار کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ کیونکہ "انسانی عمل میں مکمل اور مثالی کو صرف فرض کیا جاتا ہے۔جو واقعہ میں ہوتا ہے وہ تکمیل کی طرف ایک قدم ہوا کرتا ہے[1]"۔

ہر صدی کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں۔ ہماری یہ صدی علوم میں سے کسی ایک علم یا فن پر تخصص حاصل کرنے کی صدی ہے۔انھی تقاضوں کے مطابق علوم کی تعریف وتوصیف اور ترویج بھی ہوتی ہے۔بقول سراج منیر:

"علوم کے نقطہ نظر سے 20ویں صدی کو سماجیاتِ تہذیب کا عہد کہا جاتا ہے۔19ویں صدی کو فلسفہء تاریخ کا زمانہ کہا جاتا رہا ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ 19ویں صدی کا ذہن دنیا کو بنیادی طور پر ایک تاریخی مظہر کی حیثیت سے دیکھتا اور سمجھنے کی کوشش کرتا رہا ہے۔جبکہ 20ویں صدی کا نقطہء نظر دنیا کو اساسی طور پر ایک تہذیبی صورتِ حال قرار دے کر سمجھنے کی کوشش کرتا رہا ہے[2]"۔

سراج منیر کے اسی قول کو آگے بڑھاتے ہوئے ہم اس نکتے پر بحث کریں گے جو آج کے دور کی اہم ضرورت ہے۔فی زمانہ انسانی صورتِ حال کے مطالعوں میں تہذیب وثقافت کی اصطلاح کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے۔اس مظہر کی اتنی متنوع اور مختلف تعبیریں اور تعریفیں کی گئی ہیں کہ اس اصطلاح کا اطلاق بہت مبہم ہو کر رہ گیا ہے۔امر واقعہ یہ ہے کہ لوگوں نے محض اس اصطلاح کی تعریف متعین کرنے کی کوشش میں کتابوں کی کتابیں لکھ ڈالی ہیں لیکن یہ ابہام رفع نہیں ہوتا[3]۔لیکن اگر سرے سے ہی اس کی تعریف نہ لکھی جائے تو یہ لاحاصل کے زمرے میں آئے گا۔اس لیے چند تعریفات درج کی جارہی ہیں۔یہ تعریفات لغت کے علاوہ اصطلاحی دائرے میں بھی بیان کی جائیں گی جس سے ثقافت کی تعریف کافی نمایاں ہو جائے گی۔ساتھ ساتھ عرب کے معاشرے میں تشکیل کردہ مظاہر کا بھی احاطہ کیا جائے گا۔

ثقافت کا معنی، مفہوم اور تعریف:

- لفظ ثقافت ایک نیا لفظ ہے اور بغیر تاویل ومجازا کہیں بھی استعمال نہیں کیا گیا۔البتہ عمومی حالات میں اس کے معانی ذہانت، فطانت، سرعت حفظ وفہم اور ٹیڑھی اشیا کو سیدھا کرنے کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔
- لغت کے اعتبار سے ثقافت لفظ کا مادہ "ثقف" سے نکلا ہے۔حرفِ "قاف" پر ضمہ اور کسرہ دونوں منقول ہیں۔اس کے بہت سارے معانی استعمال کیے گیے ہیں۔ثقف، کرم اور فرح کی طرح ہے ثقفا، ثقِفا اور ثقافۃ ان سب کا معنی ہے، کہ فلاں ذہین وفطین بن گیا۔امام رازی کی مختار الصحاح میں ہے کہ "ثقف الرجل"

باب ظرف سے ہے[4]۔ بمعنی بہت ذہین بن جانا ہے۔ ابو عبد اللہ محمد بن سلام کے مقدمہ طبقات الشعراء میں لفظ ثقافت، لفظ صناعۃ پر معطوف ہے۔ چنانچہ فرمایا:

"**وللشعر صناعة وثقافة يعرفها أهل العلم**[5]"۔ شعر کی صناعت و ثقافت اہل علم ہی جانتے ہیں۔

ابو عبد اللہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ثقافت کا معنی حفظ، فہم اور قدرت ہے۔ اسے ہم "ملکہ" سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ لھذا جب ثقافت شعر کی طرف مضاف ہو تو مراد ملکہ شعر و شاعری ہے، یعنی مراد اس کی فہم، حفظ اور نقد کی قدرت و مہارت ہوگی۔ اور جب کسی فن کی طرف اضافت کیے بغیر استعمال ہو جائے، تو اس کا معنی وہی ہوگا جس معنی میں ہم اسے عمومی طور پر استعمال کرتے ہیں۔

- پانے اور گرفت کے معنیٰ میں بھی اس کا استعمال ہوا ہے۔ ایک ایسی گرفت جو ڈھیلی نہ ہو۔ مضبوط پکڑ ہو اور پوری طاقت اس پر استعمال ہوئی ہو۔ قرآن مجید میں بھی یہ لفظ اسی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَاۗءً[6]۔ اُن کا رویہ تو یہ ہے کہ اگر تم پر قابو پا جائیں تو تمہارے ساتھ دشمنی کریں۔

معانی ذہانت، فطانت، سرعت حفظ و فہم اور ٹیڑھی اشیا کو سیدھا کرنے، ذہین وفطین، حفظ، فہم اور قدرت، مضبوط پکڑ کے معنی سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس لفظ کی خصلت میں درستگی، پائیداری پائی جاتی ہے۔ لفظ کی خصلت سے اعمال اور مفاہیم پر بھی اثر پڑ جاتا ہے۔ لفظ کو دیکھ کر اس کے مظاہر کی تعیین بھی اسی طرح کر دی گئی۔ گویا لفظ اپنی معنیٰ پر خود دلالت کرتا ہے۔ اور معنیٰ سے لفظ کا مفہوم بھی واضح طور پر فہم میں آجائے۔

اصطلاحی تعریف:

ثقافت چونکہ مظاہر کے تسلسل کا نام ہے۔ انسان اور انسانی معاشرہ قدیم نظریات، روایات اور اقدار سے کنارہ کش نہیں رہ سکتا۔ ثقافت نسل در نسل منتقل ہوتی رہتی ہے۔

- ابن خلدون نے اصطلاحی تعریف کی بنیاد پر 61 فصول قائم کیے ہیں۔ ان فصول میں انھوں نے اپنے زمانے کی انواع ثقافت کو زیر بحث بنایا۔ اگرچہ ثقافت کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ مگر ان کی مراد وہی تھی جس پر ملکہ کا اطلاق ہوتا ہے، جو لفظ ثقافت کا بھی مدلول ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ عالم و ادیب کا تعین اس کا حفظ و قدرت کرتا ہے۔ مثلاً شعر کا ملکہ حفظ اشعار سے پیدا ہوتا ہے۔[7] زمخشری رحمہ اللہ اساس البلاغۃ میں عرب کا مقولہ نقل کر کے کہتے ہیں:

"**ثقفت العلم أو الصناعة في أوحى مدة**[8]"۔

یعنی بہت کم مدت میں، میں نے علم و صنعت حاصل کیا۔

- قرآن مجید کے علاوہ احادیث میں بھی کثرت سے اس لفظ کا استعمال ہوا ہے۔ اور اپنے معنیٰ خود متعین کرتا ہے۔ عبد اللہ بن عمر جب رات کی تاریکی میں دشمنوں کی نظر سے بچتے ہوئے غار ثور کی طرف نکل پڑے تھے تو ان کے لیے حضرت عائشہ نے یہی "ثقف" لفظ بولا تھا۔ یہاں یہ لفظ مشکل کام کو بحسن و خوبی سر انجام دینے کے مفہوم میں آتا ہے۔

"عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَهُوَ غُلَامٌ شَابٌّ ثَقِفٌ لَقِنٌ[9]۔"

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نتہائی ذہین اور زیرک نوجوان تھے۔

گویا کہ مشکل کام کو بآسانی پایہ تکمیل تک پہنچانا۔ شکست کا خوف رکھتے ہوئے بھی حوصلے کے ساتھ اپنی منزل کو پانا۔ اپنی قابلیت کے بل بوتے پر خوشگوار انداز میں ذہانت کا مظاہرہ کرنا۔ سریع الفہمی اور چابک دستی دکھانا۔

- عالمی انسائیکلوپیڈیا نے ثقافت کو علمِ بشریات کی اصطلاحات میں سے شمار کیا ہے۔ چالیس لاکھ سال پہلے اس کے طبعی شواہد بتائے گئے ہیں۔ اور بیس لاکھ سال پہلے پتھر کے اوزاروں سے اس کے باقاعدہ نمونے بتائے گیے ہیں[10]۔ پیغامِ اشنا میں انسان کی پیدایش تین لاکھ سال پہلے بتائی گئی ہے جو جانوروں کی طرح زندگی گزارتے تھے۔ جبکہ تہذیب اور ثقافت کی عمر بعد کی بتائی گئی ہے۔ اور چھ ہزار سال پہلے اس کی بقاو ارتقا ہوئی ہے[11]۔ بیگ بی (Bagby) کا حوالہ دے کر آکسفورڈ ڈکشنری کی مدد سے ڈاکٹر خالد علوی کہتے ہیں کہ 1705 تک اس کا موجودہ مفہوم نہیں پایا جاتا۔ میتھیو آرنلڈ کی کتاب Culture and Anarchy سے مزید حوالہ دے کر کہا ہے کہ یہ ایک ایسا مبہم لفظ ہے کہ اس کی ایک سو اکسٹھ تک تعریفیں کی گئی ہیں[12]۔ اردو انسائیکلوپیڈیا میں بھی یہ ذکر ہے کہ اس لفظ کی آج تک کوئی جامع ومانع تعریف نہیں ہو سکی[13]۔ اردو انسائیکلوپیڈیا میں اس کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

"اکتسابی طرزِ عمل میں ہماری وہ تمام عادات، افعال، خیالات، رسوم اور اقدار شامل ہیں، جن کو ہم ایک منظم معاشرے یا خاندان کے رکن کی حیثیت سے عزیز رکھتے ہیں یا ان پر عمل کرتے ہیں یا عمل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں[14]"۔

- تہذیب کا مفہوم لغت کی کتابوں میں کسی پیڑ کو درست کرنا بیان ہوا ہے، خاص طور پر کھجور کا درخت یعنی اسکی اضافی ٹہنیاں کاٹنا اور اسے چھال سے پاک کرنا تاکہ وہ زیادہ پھل دے سکے۔ انسانی تہذیب سے مراد

اسکے اندر کی خشک ٹہنیاں کاٹنا اور اس پر چھا جانے والی چھال کا ازالہ کرنا ہے تا کہ وہ معاشرے کے اندر اچھے نتائج دے سکے۔ زمخشری اپنی کتاب اساس البلاغہ میں لکھتے ہیں کہ یہ معنوی لحاظ سے مجاز میں استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ قول مشہور ہے کہ " ادب اور ثقافت کے علاوہ ہاتھ میں کچھ رہتا ہی نہیں ہے "(15)۔ الفاظ کو اصطلاحات کا جامہ پہنا کر، حقیقت سے مجاز کی طرف یا ظاہری لفظ کو معنویت میں استعمال کر کے اسے ابدیت عطا ہو جاتی ہے۔ اس سے ارتقائی مراحل کے ساتھ ساتھ بقا کا سفر بھی عنایت ہو جاتا ہے۔ عربی زبان کی تاریخ میں اس کے الفاظ کا مجازاً استعمال ہوا ہے۔ مجاز میں استعارۃ کسی بھی قوم کے نقطہ نظر کو سمجھنے کا بہترین ذریعہ ہوتا ہے، اسی سے غیر اقوام کے عقول و علوم اور آداب و رسوم کو سمجھنے کا آسان اور مفید ذریعہ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

اس لفظ کے لغوی معنٰی سے اصطلاحی معنی تک کا سفر بھی کافی لمبا ہے۔ ایک لفظ کو معنوی طور پر انسانی زندگی میں داخل کرنے کے لیے لمبی چوڑی راہوں پر چلنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اس میں زبان ولغت کی اہمیت اوران کی گہرائی تک کی صفت کو ماننا پڑتا ہے۔ عربی زبان کی اہمیت اور گہرائی کو ماننا پڑتا ہے۔ پھر کسی لفظ لغوی معنٰی کو اصطلاح میں بیان کرنے کے لیے قوموں کے مزاج کو بھی دیکھنا پڑتا ہے۔ اسی لفظ کو عرب نے جب عملی زندگی میں لانا چاہا تو اپنی فطری طبعیت کے لحاظ سے اس کا استعمال کیا۔ عرب چونکہ جنگجو طبعیت کے خوگر تھے اور اسی مجبوری کی خاطر ان کی ذہنی سوچ بھی بنی تھی جو زندگی کے ہر پہلو میں نمایاں نظر آرہی ہے۔ اسی لفظ کے ساتھ بھی ان کا فطری معاملہ ہوا۔ انھوں نے ثقافت کو اس معنٰی میں لیا کہ جب نیزہ ٹیڑھا ہو اور میدانِ جنگ میں دشمن کا سامنا ہو تو ایسی حالت میں نیزہ بازی کا مقابلہ شکست ماننے کا مترادف ہو گا۔ مقابلہ جیتنے کے لیے نیزے کو سیدھا اور درست کرنا لازمی ہے اور عربی زبان میں ثقافت کا یہی بنیادی معنٰی ہے۔

- عربوں کے علاوہ جن اقوام نے اسے اپنی اصطلاح میں استعمال کیا تو ان ذرائع کو دیکھ کر استعمال کیا۔ اسی نکتے کی بنیاد پر اصطلاحات کو دیکھ کر اس قوم کے سماجی، ثقافتی اور ذہنی میلانات کا پتا چلتا ہے۔ بعض اقوام زمین کے ذخائر اور اشیا کی دستیابیکو ثقافت کہتے ہیں، کیونکہ زمین سے ان کی تربیت اور زندگی کا بچاؤ ہوتا ہے۔ مارکسی ازم بھی اسی کے تحت وجود میں آئی ہے کہ معاشرتی ارتقا مادی اشیا سے ہوتی ہے۔ پیداواری ذرائع، آلات وایجادات سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اسی سے لوگوں میں ہر قسم کے سوچ وافکار بنتے

ہیں۔اور اگر یہ سوچیں بلند ،باریک ترکیب اور کثیر نتائج کی حامل ہوں تو وہاں کی معاشرتی زندگی بھی اسی طرح ترقی یافتہ ہوگی اور اگر نہیں تو نتیجہ برعکس ہوگا۔

عربوں نے اپنے لطیف جذبات کو سرور میں رکھنے کے لیے ثقافت کا بھرپور استعمال کیا۔ان کے فلسفیانہ افکار،شاعری اور نغمات،اقدار واحساسات نے ان کی ثقافت کا تعین کر دیا تھا۔

اہل عرب اور ثقافت کا استعمال:

عرب میں ثقافت لفظ کا استعمال ہوتا تھا لیکن بطور اصطلاح جس مفہوم میں آج ہو رہا ہے اس طرح کبھی بھی نہیں ہوا۔ لفظوں کی گردش میں یہ لفظ بھی ارتقائی صورت میں وجود میں آیا اور پھر معروف و معلوم اور مستعمل ہوتا گیا۔ ثقافت کا لفظ عرب میں مختلف معنوں میں استعمال ہوتا رہا ہے زیادہ تر یہ لفظ اپنے لفظی معنوں میں استعمال ہوتا رہا ہے لیکن اصطلاحی معنوں میں بھی یہ لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ **ثقف الولد**،بیٹے کو مہذب اور تعلیم یافتہ بنانا۔اسی طرح **ثقف الرمح**، نیزے کو سیدھا کرنا،کے استعمالات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز کو صحیح سالم اور اچھی صورت میں لانے کے لیے اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے۔ ثقافت ہی کی وجہ سے سخت اور جاہل آدمی، مہذب اور نرم آدمی کے درمیان فرق ظاہر ہوتا ہے۔روکھا اور سخت مزاج آدمی اپنی باتوں،اوچھی حرکتوں اور گھٹیا درجے کی حرکات سے پہچانا جاتا ہے جبکہ مہذب انسان اپنی منظم سیرت،اجلے الفاظ اور تراشیدہ افکار سے پہچانا جاتا ہے۔مہذب کی صحبت سے کوئی اکتائے گا نہیں اور اسکے ساتھ اپنی زندگی کے لمحات گزارنے کی تمنا رکھے گا۔اس کے برعکس سخت مزاج کے ساتھ کوئی اگر سفر بھی کرے تو جلدی ختم ہونے کی تمنا کرے گا، اگرچہ سفر کا اختتام کسی اچانک صدمے سے ہی کیوں نہ ہو، تاکہ اسکی فضول گفتگو سننے اور حرکات اور سکنات دیکھنے سے چھٹکارا مل جائے۔ عربوں نے۔ **ثقف** جیسے دیگر الفاظ سے بھی اپنی زندگیاں سنواری ہے اور تہذیبی اطوار ان کی زندگی میں رچ بس گئی ہے۔امام قرطبیؒ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے کہ عرب لوگ جس لفظ کو استعمال کرتے تھے تو اس کے اغراض ہوتے تھے اور اس لفظ کا پس منظر ان کی زندگیوں واضح طور پر دیکھا جاسکتا تھا۔[16]

یہاں تجزیے کے طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ عربوں نے انسانی اصلاح کے لیے نیزہ سیدھا کرنے سے مراد ثقافت کو لیا ہے۔ گویا کہ تہذیب سے مراد انسانی دماغ کو علم کے راستے پر چلانا،تربیت کرنا،علم وادب کا پانی پلانا اور فنی روشنی کا اہتمام کرنا ہے۔اسی بات کو عرب نے خوب پہچان لیا تھا۔ کعب الأحبار کے ایک قول سے ان کے اچھے پن کی صفت کی وضاحت ہوجاتی ہے۔

"إن الإنْسَانَ عَيْنَاه هَاد،وَأُذُنَاهُقُمْعٌ، وَلِسَانُهُ تُرْجُمَان، وَيَدَاهُ جَنَاحَانِ،وَرِجْلَاهُ بَرِيدَانِ، وَالقَلْب مَلِك، فَإِذَا طَابَ الملِكُ طَابَتْ جُنُودُه"[17]۔

انسان کی رہنمائی کے لیے دو آنکھیں، دو کان قیف کی طرح ہیں۔ ترجمانی کے لیے زبان ہے۔ دو ہاتھ دو پروں کی طرح جبکہ دو پیر قاصد ہیں اور اس کا دل بادشاہ ہے۔ جب بادشاہ اچھا ہو تو سارا لشکر بھی اچھا ہوتا ہے۔

عربوں کی خصلتیں بہتر نوعیت کی تھیں، تبھی ان کے الفاظ ان کا مظہر تھے۔[18] ان کے دل و دماغ جو سوچتے تھے، وہی عام زندگی میں نظر بھی آتے تھے۔ ان کی دل و دماغ کی تازگی ان کے افکار و الفاظ سے عیاں ہو جاتی تھی۔ الازہری کی کتاب "تہذیب الغۃ" سے ان تمام امور کا بخوبی جائزہ لیا جاسکتا ہے جس میں عرب بدووں کی ثقافت کو الفاظوں میں بیان کیا گیا ہے۔[19] اس میں عربی کے لسانی مواد کو جمع کیا گیا ہے جو متروک ہو چکا ہے مگر ان الفاظ سے اہل عرب پر اثرات مرتب ہو چکے ہوں۔[20] یعنی اہل عرب کی تہذیب پر الفاظ کی ثقافتی اثرات موجود ہیں۔ جیسا کہ کھیتی باڑی کے لیے بعض عربی الفاظ کی ہدایات موجود ہیں:

لا يقول أحدكم زرعت ليقل حرثت . قال محمد قال أبو هريرة ألم تسمعوا إلى قول الله تعالى، أأنتم تزرعونه أم نحن الزارعون[21] ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی آدمی عربی زبان میں یہ کہنا چاہتا ہے کہ میں نے فصل کاشت کی تو (وہ زَرَعتُ نہ کہے، بلکہ حرثت کہے۔ پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا: أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ* أَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ[22] اچھا پھر یہ بھی بتلاؤ کہ تم جو کچھ بوتے ہو۔ اسے تم ہی اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔

مادی اور انتظامی ضروریات معاشرے کے بنیادی تقاضوں میں ہیں اور ان کے لیے الگ سے ادارے اور شعبے پائے جاتے ہیں۔ جبکہ روحانی تسکین کے لیے مذہب کا ہونا لازمی ہے۔ انسان چونکہ زندگی کے طویل سفر پر ہوتا ہے۔ سفر کے دوران فنونِ لطیفہ اور فلسفہ حیات سے بھی سابقہ پیش آتا ہے جو سفر زندگی میں جوش جذبے اور سرور کا کام دیتا ہے۔ مکی مدنی دور کی ثقافت میں بھی یہی مرحلہ پیش آیا تھا۔

تمدنی معاشرے میں ثقافت جس چیز کو زیادہ متاثر کرتی ہے، وہ معاشرے کے اہم شخصیات ہوتے ہیں۔ یہی شخصیات ثقافتی اقدار کو آگے بڑھاتے اور پھیلاتے ہیں۔ ان کی تعلیمات اور کردار کے اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ جو باکمال شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی ثقافتی زندگی زندگی اور اس کی تعلیمات بھی اعلیٰ

درجے کے تھے اور خود انھوں نے اس پر عمل بھی کر کے دکھایا۔ اس لحاظ سے نبی کریم ﷺ ایک نمایاں شخصیت رہے۔ مکی دور جسے جہالت کا بھی دور کہا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس معاشرے کو ثقافتی لحاظ سے بہت متاثر کیا اور دیگر معاشرے اس کی تقلید کرنے لگے۔ انہوں نے جو وہاں تعلیمات رائج کیے تھے، وہ ہر حوالے سے عقل وفطرت کے موافق تھی۔ اگر انھوں نے ایک خدا کی عبادت کی بات کی ہے تو وہ بھی عقل، فطرت اور اسی دور کے مذاہب کا مشترکہ نقطہ تھا۔ بلکہ ان سارے مذاہب کی بنیاد بھی اسی خدا کی ذات سے شروع ہو جاتی ہے اور ساری زندگی اسی ذات کی خوشنودی کے لیے بسر کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے عین ان کی اس بھولی بسری تہذیبی مظاہر کو زندہ کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس عقیدے میں اصلاح بھی کی۔ دورخی ان کی زندگی سے ختم کی۔ خالص توحید کو پیش کیا۔ بتوں کی شرکت کو غلط قراد دے کر ان کو صحیح راستہ دکھایا۔ صحیح عقیدے سے ان کی زندگی میں انقلاب آگیا تھا۔ ان کی سوچ کا دھارا بدل گیا تھا۔ اس انقلاب سے نہ صرف خدا، انسان اور کائنات سے متعلق تصورات بدل گئے بلکہ ایک نئے نظریے کی تحت نیا معاشرہ وجود میں آگیا تھا۔ اس نئے معاشرے کے رویے یکسوئی پر مشتمل تھے اور نہایت گہرے اور ہمہ گیر تھے۔ اخلاقی رویے اور عادات کے ساتھ ان کی نجی واجتماعی زندگی ایک دائرے میں آگئی۔ مذہب و تہذیب کے مظاہر و خدوخال کردار سے پہچانے جاتے ہیں۔ بلکہ کردار سے قوموں کے عمومی مزاج کا پتہ چلتا ہے۔ بقول علامہ محمد اقبال:

کردار ہی وہ غیر مرئی قوت ہے، جس سے قوموں کے مقدر متعین ہوتے ہیں[23]۔

عقیدے کے علاوہ مذہبی عبادات میں انقلاب برپا ہوا تھا۔ ظاہری بات ہے کہ عقیدہ جس طرح ہو گا، اسی طرح کے مظاہر بھی ہوں گے۔ حجاز کے مکی اور مدنی دور کے مظاہر میں یہی بات مشترک ہے کہ ان کی بنیاد کسی مذہب پر رکھی ہوئی تھی۔ مرورِ زمانہ اور لوگوں کی اپنی طرف سے مذہب میں ردوبدل کی وجہ سے یہ مظاہر عقل وفطرت کے خلاف تھے۔ معاشرہ انھی بنیاد پر پروان چڑھا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ان دینی امور کی درستگی کی اور لوگوں کو اصل دین سے متعارف کرایا۔ گوئٹے نے جب مذہب کی جگہ آرٹ کو لے آیا تو علامہ اقبال نے اس کے جملے میں ترمیم کر کے Art کی جگہ Religion لا کر کہا کہ مذہب ہی دستگیری اور راہنمائی کرتی ہے[24]۔

اس کے ساتھ ساتھ برائیوں سے بھی بچنے کی تلقین کی اور ذہنوں سے برائیوں کو نکالا۔ معاشرے سے اس کے برے اثرات ختم کرانے کے لیے ایک انقلابی پیغام دیا۔ برائیوں کو انسانی فطرت کے خلاف قرار دے کر انسانی عقل کو بیدار کر دیا۔ انسانی فطرت کو نیکی اور پاکیزگی کی راہ پر ڈال کر انسانیت کو زندہ کر دیا۔ حجاز معاشرے میں سود کی

بہتات تھی۔ سود سے ہی حجاز کا کاروبار چلتا تھا۔ شراب بھی عام تھا اور کسی کو کوئی پرواہ بھی نہ ہوتی تھی کہ شراب انسانی عقل کو مات دیتی ہے۔ حجاز جو جنگجو طبعیت کے مالک تھے، کس لاپروائی سے یہ برداشت کرتے تھے کہ جنگجو لوگ کسی بھی لمحے مدہوش ہو جائیں۔ وگرنہ حجاز لوگ تو بیدار طبعیت اور سپاہانہ زندگی کے خوگر تھے۔ یہاں تک کہ حجاز خطہ کسی بھی حکومت کا ماتحت نہیں رہا تھا۔ سود اور شراب کے علاوہ جوا، ڈکیتی، غیر عقلی نکاح کے طریقے اور دیگر برائیوں کی نبی کریم ﷺ نے نشان دہی کی۔

نبی کریم ﷺ کی اس انقلابی تبدیلی سے حجاز میں تہذیبی اور ثقافتی مظاہر ماحول بنا تھا۔ انسانی ذہن کو وہ ساخت عنایت کی کہ فطری عادات کو کبھی بھی انسان فراموش نہیں کر سکتا۔ انسانی رویوں کو وہ اثر یا دلایا جس سے انسان کبھی بھی غافل نہیں رہ سکتا۔ جاہلی تشخص کو فرسودہ کہلا کے انسانی دماغوں کو نئی اور دیرپا روشنی سے متعارف کرایا۔

حجاز میں جو سب سے بڑی مشکل پیش آرہی تھی وہ منافقین کا ٹولہ تھا۔ منافقین نہ کھلے عام دوست ہوتے ہیں اور نہ برسرِ عام دشمنی کا اعلان کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ کس قسم کا رویہ روا رکھا جائے۔ ان کی کس نوعیت کی تربیت کس زاویے سے کرنا چاہیے۔ منافقین کے رویہ کا انجام تو یہی بنتا تھا کہ جہاں بھی موقع ملے ان کو سزا دی جائے۔

نبی کریم ﷺ اس مشکل کو بڑی آسانی کے ساتھ حل کر گئے اور انھوں نے ان کے ساتھ تعلیم و تربیت اور رویے کا ایسا اظہار کیا کہ حجاز کی فضا میں امن ہی رہا۔ فتنہ سر اٹھانے کا قابل نہ رہا۔ ان سے رویے کی اعتبار سے ان کے ساتھ اللہ نے فرمایا تھا کہ:

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ[25].

انہیں معاف کر دینا چاہیے اور درگزر کرنا چاہیے کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کرے؟ اور اللہ کی صفت یہ ہے کہ وہ غفور اور رحیم ہے۔

منافقین کا جو مفسدانہ، باغیانہ اور سازشی رویہ تھا، نبی کریم ﷺ کے ہمدردانہ رویے کے سامنے ہیچ رہی۔ جب منافقین کو یہ یقین ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ ہم سے دلی ہمدردی کرتا آرہا ہے تو وقت کے ساتھ ساتھ ان میں تبدیلی آگئی۔ یہاں تک کہ وہ اپنی شرارتوں سے باز آگئے۔ اور ان کے مذہبی تصورات کو صحیح رخ پر ڈال کر نبی کریم ﷺ نے حجازی خطے میں انقلاب کی تکمیل کر دی تھی۔

وہاں کی تہذیبی اصلاح کے اثرات نے ثقافتی روئے پیدا کیے۔ معاشرے کو تمدنی صورت میں لاکر قبائل پرستی، نسل پرستی اور طبقاتی تقسیم سے نکال کر ایک ہی وحدت میں پرو ڈالا۔ مدینے سے جب حجۃ الوداع کے لیے روانہ ہوئے تو اپنی زندگی کے آخری خطبے میں یہی درس دیا:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَسَطِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ فَقَالَيَا أَيُّهَا النَّاسُ أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ أَلَا لَا فَضْلَ لِحِجازيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى حجازيٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى أَبَلَّغْتُ قَالُوا بَلَّغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[26] .

معاشرے میں ایک نئی سوچ کو پروان چڑھا کر مدتوں کی رسم کو توڑ دی۔ حجاز معاشرہ جو خون کے پیاست تھے۔ نسل پرستی کے خوگر تھے۔ رنگ، ذات اور زبان کے پجاری تھے۔ جاہلی امتیازات کو یکسر ختم کر کے لوگوں میں حوصلے کی بھی قوت پیدا کر دی۔ معاشرے میں اجتماعیت کا احساس پیدا کر کے حجاز سرزمین کو ایک نئی قوت عطا کر دی۔ تقویٰ کے تصور کو عام کر کے ایک نئی جہت کی امتیازی خوبی کو اجاگر کر دیا۔ ذاتی شعور جس میں بلاب حبشی غلام تھا اور سلمان رومی راستے کا بھٹکا ہوا تھا، کو جن ایل ملی اور اجتماعی شعور ملا تو سارے ایک ہی معاشرے کے یک جان دو قلب باشندے بن گئے اور ذاتی اور تفخر کی احساس کو مات مل گئی۔ مظلوم اور عورتوں کے طبقے کو احساسِ برتری مل گئی۔ سیرت نگار سید ابوالاعلیٰ فرماتے ہیں:

اس تنظیم و تالیف کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک بالکل اصولی اور انسانی تنظیم تھی۔ اس کے پیدا کرنے میں حضور ﷺ نے نہ تو قومی، نسلی، لسانی اور جغرافیائی تعصبات سے کوئی فائدہ اٹھایا، نہ قومی حوصلوں کی انگیخت سے کوئی کام لیا، نہ دنیوی مفادات کا کوئی لالچ دلایا، نہ کسی دشمن کے ہوے سے لوگوں کو ڈرایا۔ دنیا میں جتنے بھی چھوٹ یا بڑے مدبر اور سیاست دان گزرے ہیں، انھوں نے ہمیشہ اپنے سیاسی منصوبوں کی تکمیل میں انہی محرکات سے کام لیا ہے۔ اگر حضور ﷺ بھی ان چیزوں سے فائدہ اٹھاتے تو یہ بات آپ ﷺ کی قوم کے مزاج کے بالکل مطابق ہوتی لیکن آپ ﷺ نے نہ صرف یہ کہ ان چیزوں سے کوئی فایدہ نہیں اٹھایا، بلکہ ان میں سے ہر چیز کو ایک فتنہ قرار دیا اور ہر شے کی خود اپنے ہاتھوں سے بیخ کنی فرمائی[27]۔

عرب کا معاشرہ چونکہ دیگر معاشروں کی نسبت زیادہ تہذیب و ثقافت کی محتاج تھی، اور اس کے اثرات وہاں نمایاں رہے۔ سراج منیرؒ یہاں امکانات وحی کے تناظر میں کہا کہ اس کی اجمال حضرت محمد ﷺ ہیں اور اس کی تفصیل وہ معاشرہ ہے جس کو انہوں نے متاثر کیا۔ اس کی مثال وہ تہذیبی دائرے سے دیتے ہیں۔ اسی تناظر میں سراج منیرؒ

اس کی مثال یوں دیتے ہیں کہ سب سے پہلے عرب معاشرہ اصولی معاشرہ تھا۔ اس کے بعد ایران، ہندوستان، افریقہ اور یورپ اور مشرق بعید پر اس کے اثرات مرتب ہوئے۔[28]

ثقافت کے عناصرِ ترکیبی:

ثقافت جو کہ افکار و معلومات کے نتائج میں سے ایک نتیجہ ہے، جو نسل در نسل چلی آرہی ہے۔ حتیٰ کہ اخلاقی فکری اور ادبی لحاظ سے ایسی منزل تک آن پہنچی ہے، جسکا بنی نوع انسان کے پاس کوئی نعم البدل نہیں رہا۔ اگر ثقافت نہ ہوتی تو انسان، انسانیت کی حقیقت سے آشنا نہ ہوتا، اور ثقافت کی عدمِ موجودگی سے انسان اس کائنات میں بشری طبیعت کے تقاضوں کو بھی نہ جانچ سکتا، اگر ثقافت نہ ہوتی انسان کے اندر موجود ذوق میں باریک بینی نہ ہوتی اور نئی ایجادات کا خیال تک نہ آتا۔ عرب جو بدوی زندگی سے حضری زندگی کی طرف لوٹ آئے اور تجارت و سفارت سے نئی تہذیبوں کو پہچان گیے۔ مکے کی روحانی مرکزیت کی وجہ سے مختلف ادیان و مذاہب سے بھی متعارف ہوئے۔ ان سارے موجودات کو اکٹھا کیا جائے تو مکے کی ثقافت کی وقوع پذیری و اثر پذیری کا واقعہ سامنے آجاتا ہے۔

اسی بنا پر عرب کے کچھ ثقافتی امتیازات بھی ہیں، جن سے اسکی ثقافت میں ایک نئی روح پیدا ہوئی ہے۔ اور جس طرح کچھ امتیازات عرب کے خدوخال کو دوسروں سے الگ کرتے ہیں، اسی طرح انسانی مزاج اور فطری استعداد ثقافت سے پیدا ہوتا ہے جو کہ دوسروں سے مختلف ہوتا ہے۔ اگر عرب کی یہ صفات اور نسلی اخلاق اور ثقافت نہ ہوتیں، مہذب زبان اور ادب کی خوبصورتی اور شاندار تاریخ نہ ہوتی تو وہ زمانے میں رونما ہونے والے نشیب و فراز اور حادثات کی وجہ سے اپنے قومی امتیاز کو کبھی قائم نہ رکھ سکتے۔ بلکہ عجب ہے کہ عرب نے تو اپنے دین اور ثقافت کی وجہ سے ہر اس جنگی قوم پر غلبہ حاصل کیا جس نے ان پر تلوار اور طاقت سے غلبہ حاصل کیا تھا۔ یونان اور روم اسکی مثالیں ہیں۔ رومی اپنی مادی طاقت کی وجہ سے کمزور یونانیوں پر غالب آئے لیکن یونانی روم پر اپنی ثقافت کی وجہ سے غالب ہوئے۔ یہ کمزور لوگ ان طاقتور اور باکمال فاتح اور حاکم لوگوں پر صرف اور صرف اپنی بلند ثقافت کی وجہ سے غالب ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنوں کے درمیان بھی عداوت ہوتی تو ثقافتی بنیادوں پر اسے زیر کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ جیسے کہ سید ابو الاعلیٰ مودودی ؒ نے سیرت ابن ہشام ؒ، واحدی ؒ، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول سے مکی ثقافت کی اولین مثال پیش کی ہے جس میں نضر بن حارث نے خود بھی حصہ لیا تھا اور لونڈیاں بھی اس کے لیے پال رکھی تھی۔ نضر بن حارث مکہ سے عراق گیا تھا۔ وہاں بادشاہوں کے علاوہ رستم و اسفندیار کے قصے بھی یاد کر کے مکے میں سنایا کرتا تھا۔ قصہ گوئی کے ساتھ ساتھ اس نے گانے والی لڑکیاں بھی رکھی تھی[(29)]۔

الغرض عرب میں ثقافت پہلے سے موجود تھی اور جو روایات پہلے سے چلی آرہی تھی وہ ایک تسلسل کا نتیجہ تھا۔ مکہ میں خاص کر ثقافت موجود رہی۔ کیونکہ ایک مرکزی شہر ہونے کے ناتے چار دانگِ عالم سے قافلے یہاں آتے تھے اور یہیں سے گزر کے جاتے تھے۔ قافلوں کا پڑاؤ یہیں ہوتا تھا۔ مذہبی رسوم کی ادائیگی یہیں کی جاتی تھی۔ سالانہ اور موسمی تہواروں کی بدولت شہر مکہ ہر وقت انسانوں کے ہجوم میں رہتا تھا۔ گویا ایک مرکزی شہر ہونے کی وجہ سے اس کی تاریخی ثقافت پرانی بھی ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں تغیرات بھی آتے رہے ہوں گے۔

عربوں کا اپنا مزاج بھی اس نوعیت کا تھا کہ ثقافتی مظاہر کی بہتات ہو اور نت نئے مظاہر وجود میں آجائیں۔ شاعری ان کی اپنی ذہنی وفکری پیداوار تھی اور اسی شاعری کی بدولت وہ دیگر اقوام پر برتری حاصل کرنے کے لیے ان کو عجمی کہتے تھے۔ مگر اس کے علاوہ بھی دیگر علوم وفنون میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ اعلیٰ معیار کے میلے منعقد کرتے تھے۔ مظاہر کے نقطہ نظر سے اگر دیکھا جائے تو ہر بت کے نام ومقام پر الگ نوعیت کے مذہبی اجتماعات ہوتے تھے۔ یہاں تک ہر بت کے ذمے جو کام منسوب کر رکھے تھے اسی مناسبت سے ان کی عبادت کی جاتی تھی اور اسی سوچ کے تحت ان کی روایات پروان چڑھتی تھیں۔

مصادر ومراجع

1۔ عبداللہ، سید، ڈاکٹر، **کلچر کا مسئلہ**، ناشر، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، سن اشاعت 2001، ص33

Abdullah, Syed, Dr., The Problem of Culture, Publisher, Milestone Publications, Lahore, Year of Publication 2001, p.33

2۔ سراج منیر، **ملت اسلامیہ تہذیب وتقدیر**، مکتبہ روایت، پوسٹ بکس 5084، لاہور، سن اشاعت 1997، ص75

Siraj Munir, Mulat Islamiya Tehbih watdeer, School of Tradition, Post Box 5084, Lahore, Year of publication 1997, p. 75

3۔ سراج منیر، **ملت اسلامیہ تہذیب وتقدیر**، ص65

Siraj Munir, Mulat Islamiya Tehbih watdeer, p. 65

4۔ الرازي، محمد بن أبي بكر، **مختار الصحاح**، جلد 1، الناشر: مكتبة لبنان ناشرون- بيروت، الطبعة طبعة جديدة 1995، ص90

Al-Razi, Muhammad Bin Abi Bakr, Mukhtar al-Sahih, Volume 1, Publisher: Makkata Liban Nashrun-Beirut, Al-Tabbah New Edition 1995, p.90

5۔ الخطیب، عودة، عمر، **لمحات في الثقافة الاسلامية**، مؤسسة الرسالة، طبع پنجم 2004ء۔ ص23

Al-Khatib, Odeh, Umar, Moments in Al-8Thaqaf al-Islamiyyah, Musisat al-Rasalat, fifth edition 2004. p. 23

6۔ الممتحنة 2:60

Al-Mutahnah 2:60

[7]۔ الخطیب، عودۃ، عمر، لمحات فی الثقافۃ الاسلامیۃ، ایضاً

Al-Khatib, Odah, Omar, Moments in Al-Thaqaf al-Islamiyyah, also

[8]۔ الزمخشري، جار الله، أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، **أساس البلاغة**، جلد 1، ص 47 (ب۔ط)

Al-Zumakhshari, Jarallah, Abu Al-Qasim Mahmud bin Amr bin Ahmad, Asas al-Balaghah, Volume 1, p. 47 (B.T)

[9]۔ البُخَارِيّ، مُحَمَّد بن إِسْمَاعِيلَ، **الْجَامِعُ الصَّحِيحُ الْبُخَارِيّ**، حدیث نمبر 3953

Al-Bukhari, Muhammad bin Ismail, Al-Jami' al-Sahih Al-Bukhari, Hadith No. 3953

[6]۔ یاسر جواد، **عالمی انسائیکلوپیڈیا**، الفیصل ناشر ان و تاجران کتب، لاہور، سن اشاعت اگست 2009، ص 765

Yasir Jawad, World Encyclopaedia, Al-Faisal Publishers, Tajran Books, Lahore, Published August 2009, p.765

[11]۔ علوی، خالد، ڈاکٹر، **ثقافت کا اسلامی تصور**، دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، 2005، ص 8

Alvi, Khalid, Dr., Islamic Concept of Culture, Dawah Academy, International Islamic University, Islamabad, 2005, p.8

[12]۔ کاظمی، حسین، عباس، سید، **پیغام اشنا**، ثقافتی قونصلیٹ اسلامی، جمہوریہ ایران، اسلام آباد، شمارہ 9-10 ستمبر 2006، ص 108

Kazemi, Hussain, Abbas, Syed, Pegham-e-Ishna, Islamic Cultural Consulate, Republic of Iran, Islamabad, Issue 9-10 September 2006, p. 108

[13]۔ **اردو انسائیکلوپیڈیا**، فیروز سنز پرائیوٹ لمیٹڈ، لاہور، چوتھا ایڈیشن، 2005، ص 519

Urdu Encyclopaedia, Feroze Suns Private Limited, Lahore, 4th Edition, 2005, p.519

[14]۔ ایضاً

Ibid.

[15]۔ أیوب، محمد، حسن، **تبسیط العقائد الإسلامیة**، الناشر، دار الندوۃ الجدیدۃ، بیروت، لبنان، پانچویں اشاعت، 1983

Ayyub, Muhammad, Hasan, Tabasit al-Aqeed al-Islamiyya, Al-Nasher, Dar al-Nadwa al-Jadida, Beirut, Lebanon, Fifth Edition, 1983

[16]۔ أبو عبد الله، محمد بن أحمد الأنصاري القرطبي، الجامع لأحکام القرآن، تفسیر سورۃ الواقعۃ، آیت 64، 63

Abu Abdullah, Muhammad bin Ahmad Al-Ansari Al-Qurtubi, Al-Jamae for the Laws of the Qur'an, Tafsir of Surah Al-Waqeetah, Verses 63, 64

[17]۔ ابي بكر محمَّد بن عَبْد الله، قانون التَّأويل، دار القبلة للثقافة الإسلاميَّة، جدّة، مؤسَّسة عُلوم القرآن، بیروت جلد 1، ص، 494،

Abi Bakr Muhammad bin Abd Allah, Qanun al-Tawail, Dar Qibla for Islamic Culture, Jeddah, Al-Qur'an Science Institute, Beirut, Volume 1, p. 494.

[18]۔ عمیر رئیس الدین، سنبل انصار، ششماہی التفسیر کراچی، جلد: 14، شمارہ: 35، جنوری۔ جون 2020، ص 361

Umeer Raisuddin, Sambal Ansar, Shashmahi Al-Tafseer Karachi, Volume: 14, Issue: 35, January-June 2020, p. 361

[19] ۔ محمد بن أحمد بن الأزهري الهروي، أبو منصور، تهذيب اللغة، المحقق: محمد عوض مرعب الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت

الطبعة: الأولى، 2001م عدد الأجزاء: 8

Muhammad bin Ahmad bin Al-Azhari al-Harwi, Abu Mansur, Tahdeeb al-Laghga, al-Muhaqiq: Muhammad Awad Al-Marab al-Nasher: Dar Ihya Al-Tarath al-Arabi - Beirut Edition: Al-Awla, 2001 Number of parts: 8
20.A Special Issue of the Second International Periodic Conference on "Humanities, Social and Sports Sciences, 2021ـPages 499-509 International Jordanian Journal ARYAM ISSN (Online): 2706-8455 ISSN (print): 2710-3005 ORCID: 0000-0003-4452-9929DOI

[21]۔ محمد بن مفلح بن محمد المقدسي، الآداب الشرعية والمنح المرعية المكتبة الإسلامية » فصل في قول حرثت بدل زرعت موافقة للآية، ص: 439
Muhammad bin Muflah bin Muhammad al-Maqdisi, Al-Adaab al-Sharia wa Manh al-Mu'riyah Al-Islamiyyah Library » Chapter in the saying of plowing and sowing according to the verse, p: 439

[22]۔ الواقعہ:63,64:56

Al-Waqaqa: 63, 64:56

[23]۔ ہاشمی، رفیع الدین، **ماہنامہ افکارِ معلم**، نومبر 2016، لاہور، علمی کتب خانہ، شمارہ 11، ص 19
Hashmi, Rafiuddin, Afkar-i Mualim Monthly, November 2016, Lahore, Ulmi Library, Issue 11, p.19

[24]۔ **ماہنامہ افکارِ معلم**، ص 20
Monthly Afkar-e-Moalim, p. 20

[25]. النور 24:22۔ اور انہیں معاف کرنا اور درگزر کرنا چاہیے، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کر دے، اور اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔
Al-Nur 22:24. And they should forgive and seek forgiveness, do you not want Allah to forgive you, and Allah is Oft-Forgiving, Most Merciful.

[26]۔ للإمام أبي عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري، حديث صحيح البخاري، باب: حجة الوداع،
Imam Abi Abdullah Muhammad bin Ismail Al-Bukhari, Hadith Sahih Al-Bukhari, Chapter: Hajjat al-Wada'

[27]۔ ماہنامہ **عالمی ترجمان القرآن**، دسمبر 2016، ص 35
Monthly World Interpreter of the Qur'an, December 2016, p. 35

[28]۔ سراج منیر، **ملت اسلامیہ تہذیب وتقدیر**، مکتبہ روایت، لاہور ۱۹۹۷، صفحہ نمبر، 89،88۔
Siraj Munir, Mulat Islamiya Tehbih watdeer, Maktaba Tradition, Lahore 1997, page no, 88, 89.

[29]۔ مودودی، ابو الاعلیٰ، **تفہیم القرآن**، جلد چہارم، سورۃ لقمان، حاشیہ 6، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 1973
Maududi, Abul Ala, Understanding the Qur'an, Volume IV, Surah Luqman, Margin 6, Interpreter of the Qur'an Institute, Lahore, 1973.